کفالت ۔اسلامی تعلیمات کی روشنی میں (ایک خصوصی مطالعہ)

Sponsorship In the light of Islamic teachings

(A special study)

1. Khurum Shiraz	2. Muhammad Fayyaz
PH.D. Scholar department of Islamic Studies Abdul Wali Khan University Mardan (AWKUM)	Ph.D. Scholar Department of Comparative Religion and Islamic culture, Universtity of Sindh Jamshoro
Email: alonesheri81@gmail.com	**Email**: fayyazkhosa5@gmail.com

To cite this article:

Khurum Shiraz, Muhammad Fayyaz . **(2021). urdu**

کفالت ۔اسلامی تعلیمات کی روشنی میں (ایک خصوصی مطالعہ)

Sponsorship In the light of Islamic teachings (A special study)

Albahis: Journal of Islamic Sciences Research, 1(2), 1–13. Retrieved from https://brjisr.com/index.php/brjisr/article/view/14

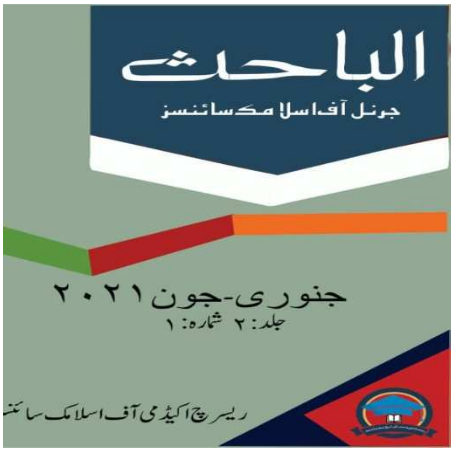

Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)

OPEN ACCESS

کفالت-اسلامی تعلیمات کی روشنی میں (ایک خصوصی مطالعہ)

Sponsorship in the light of Islamic Teachings (A special Study)

Abstract

Man needs many things to live. Bread, water, clothing, housing, education, employment and marriage are basic human needs. It is the responsibility of parents, society and the state to provide for them. In common parlance it is called Sponsorship (کفالت) and he who fulfills it is called Sponsor (کفیل). Islam urges every dutiful person to fulfill his responsibility. I have tried to prove this in the light of Islamic teachings in my article. Islam seeks to build a society based on well-being, co-operation and peace and security. He wants a society in which the basic needs of every individual are met and every member of the society lives his life in safety.

Islam has made some members of the society responsible for the welfare of others in order to ensure the attainment of welfare. And he promised a reward for their encouragement. I sincerely hope that the present article will be useful for the betterment of the society.

Key words: Islam, Society. Member, Sponsor , Human needs.

کلیدی الفاظ: اسلام ، معاشرہ ، فرد، کفیل،انسانی ضرورت۔

تمہید

انسانی حیات کے لیے بہت سی اشیاء کی ضرورت ہوتی ہے۔ان میں روٹی، پانی، کپڑا، مکان، تعلیم،روزگار اور شادی انسان کی بنیادی ضروریات میں سے ہیں۔ان کا مہیا کرنا،والدین، معاشرے اور ریاست کی ذمہ داری ہوتی ہے در حقیت یہ ایک اخلاقی ذمہ داری ہے جوایک مکلف پر عائد ہوتی ہے۔اس ذمہ داری کو عام الفاظ میں کفالت اوراس ذمہ داری کو پورا کرنے والے کو کفیل کہتے ہیں۔اسلام ہر مکلف کواس کی ذمہ داری ادا کرنے کی تلقین کرنا ہے۔قرآن نے معاشرے کے صاحب حیثیت افراد پر، غرباء، محتاج،اور نادار لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کی ذمہ داری عائد کی ہے۔

اسلام نے ہر مؤمن مرد اور عورت کے لیے ضروری قرار دیا ہے کہ وہ نیکی اور تقویٰ کے افعال میں ایک دوسرے سے تعاون کریں۔تاکہ معاشرہ ایک خوش حال معاشرہ تشکیل پائے۔وہ ایک ایسے معاشرے کا خواہش مند ہے جس میں ہر آدمی کی ضروریات پوری ہوں اور معاشرے کا ہر فرد

اپنی زندگی سلامتی سے گزارے۔اسلام نے فلاح وبہبود کے حصول کو یقینی بنانے کے لیے معاشرے کے بعض لوگوں کو دوسروں کی فلاح کا ذمہ دار بنایا ہے۔ اوراس نے ان کی حوصلہ افزائی پر انعام کا وعدہ کیا۔

مقالہ نگار نے اپنے اس مقالے میں ضروریات زندگی کی کفالت کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ثابت کیا ہے۔ میں پر امید ہوں کہ موجودہ مضمون معاشرے کی بہتری کے لیے مفید ثابت ہوگا۔

سابقہ کام کا جائزہ

کفالت ایک ایسا فریضہ ہے جسے ادا کرنے کے لیے شارع نے تاکید کی ہے جس کی تعلیم ہمیں قرآن مجید اور اللہ کے رسول ﷺ کی حیات طیبہ سے ملتی ہے۔اس کے متعلق اسلامی لٹریچر میں مواد موجود ہے۔ جسے ایک عنوان کے تحت عصر حاضر کے تقاضوں اور ضرورت کے تحت پیش کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ہر مکلف انسان اُن احکامات کی روشنی میں اپنی اخلاقی ذمہ داری پوری کر سکے۔ پیش کیے گئے مقالے میں قرآنی مجید، لغت، تفاسیر،احادیث،اور سیرت طیبہ کی کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

کفالت

قرآن مجید میں کفالت کرنے والے کے لیے کفیل کی اصطلاح وارد ہوئی ہے،یہ اصطلاح قرآن مجید میں مختلف مقامات پر آئی ہے۔ ایک مقام پر ارشاد ہوا :

تَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِندَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّى لَكِ هَٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ۔ [1] " پھر اسے اس کے رب نے اچھی قبولیت کے ساتھ قبول فرمالیا،اوراس کا کفیل زکریا کو بنادیا زکریاجب بھی مریم کے پاس اس کی جگہ میں جاتے،تو موجود پاتے رزق، کہا مریم یہ کہاں سے آتا ہے تمہارے لیے،وہ کہنے لگیں یہ اللہ کے پاس سے آتا ہے"

آیت مذکورہ میں کفیل کے لیے یہ حکم موجود ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں کو اخلاقیات کی بھی تعلیم دے،اپنے ماتحتوں کی کڑی نگرانی کرے، اوران کے ہر فعل پر نظر رکھے۔ضروریات زندگی کی کفالت میں یہ تمام امور بھی شامل ہیں۔ کفالت کی دو اقسام ہوتی ہیں: ایک کفالتِ خاصہ اور دوسری کفالتِ عامہ۔

کفالتِ خاصہ

انفرادی سطح کی کفالت کے حوالے سے جو سب سے پہلا اصول جو مقرر ہوا ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی جاں پر زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ جیسا کہ ارشاد ہوا :

لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا ۔[2] "کسی شخص کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی۔"

---

[1] - القرآن 3 :37

قرآن مجید کا یہ اسلوب ہے کہ وہ کسی قانون کو مربّی اور مشفقانہ طریقے سے بیان کرتا ہے۔اور اس طرح بیان کرتا ہے جس کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا انسان کے لیے آسان ہو۔[3] اولاد کی کفالت ، تعلیم و تربیت اور دیگر اخراجات کی ذمہ داری والدین پر عائد ہوتی ہے۔جب والدین بوڑھے و کمزور ہو جاتے ہیں تو ان کی کفالت کی ذمہ داری اولاد پر واجب ہو جاتی ہے۔ بچوں کی رضاعت کے حوالے سے ارشاد ہوا: وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ -[4] "مائیں دودھ پلائیں مکمل دو سال تک اپنی اولاد کو۔"

مفتی شفیع کے بقول: دودھ پلانا ماں پر واجب ہے، بلا عذر کسی وجہ سے دودھ نہ پلائے تو گنہگار ہو گی اور دودھ پلانے پر شوہر سے کوئی اجرت نہیں لے سکتی، جب تک وہ اس کے نکاح میں ہے۔کیوں کہ وہ اس پر واجب ہے۔"[5]

والد کے متعلق ارشاد ہوا ہے: وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ -[6]

"اور جس کا بچہ ہے اس کی ذمہ داری ہے دودھ پلانے والی کا کھانا اور کپڑے رواج کے مطابق ہے۔"

آیت سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ مرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی زوجہ اور اپنے بچوں کی کفالت کرے۔شوہر کو ذمہ دار قرار دے دیا گیا ہے کہ وہ اپنی بیوی کی ضرورتوں کو اپنی حیثیت کے مطابق پورا کرے ۔جیسا کہ تفسیر معارف القرآن سے ثابت ہوتا ہے کہ: دودھ پلانا ماں کے ذمہ ہے لیکن ماں کا نان نفقہ اور ضروریاتِ زندگی باپ کے ذمہ ہے۔اور یہ ذمہ دار یاس وقت تک ہے جب تک بچّے کی ماں اس کے نکاح میں یا عدت میں ہو۔[7]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وعن عوف بن مالك ن الا شجعیؓ قال قال رسول الله ﷺ لى الله عليه وسلم انا وامراءة سفعاء الخدين كها تين يو م القيامة اوماء يريدبن زريع الى الوسطى والسبابة امراءة امت من زوجها ذات منصب وّجمال وّ حبست نفسها على يتا ماها حتى بانو وما توا ۔"[8]

عوف بن مالک اشجعی نے کہا کہ: رسول سلام علیہ کا ارشاد ہے: میں اور ایک سیاہ گالوں والی خاتون قیامت کے دن اس طرح ہوں گے، یہ کہہ کر یزید بن سریع نے وسطیٰ سبابہ انگلی کی طرف اشارہ کیا۔وہ عورت جس کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہو۔وہ جاہ و جمال والی ہے اپنے یتیم بچوں پر اپنے نفس کو روکا یہاں تک کہ وہ بچھڑ گئے یا انتقال کر گئے۔" دنیا میں مسلمانوں کی اکثریت خاندانی نظام کے تحت زندگی گزار رہی ہے اور اسے احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔اکثر اوقات اس طرز معاشرت سے اسلام کا مطلوبہ مقصد بھی پورا ہو جاتا ہے۔

---

[2] ۔القرآن 2 : 233

[3] ۔ محمد شفیع، معارفِ القران، ادارہ معارف، کراچی، جنوری 2016ء، جلد اول، ص 580-581

[4] ۔القرآن 2 : 233

[5] ۔ محمد شفیع، معارفِ القران، جلد اول، ص 580

[6] ۔القرآن 2 : 233

[7] ۔ محمد شفیع، معارفِ القران، جلد اول، ص:581

[8] ۔الخطیب، ولی الدین عبداللہ، مشکوٰۃ، (اردو)، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ج 2، ص449

بڑے بھائی کے مقام کے حوالے سے جناب رسول سلام علیک کا فرمان ملاحظہ کیجیے:

وعن سعید بن العاص قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم حق کبیر الاخوة علی صغیر هم حق الوالد علی ولده۔ [9] "سعید بن عاص سے مروی ہے کہ رسول سلام علیہ نے فرمایا: چھوٹے بھائیوں پر بڑے بھائی کا حق اس طرح ہے جیسے باپ کا حق اولاد پر ہے۔"

ایک روایت بیان کی گئی ہے کہ: عن النبی صلی الله علیه وسلم قال بینا رجل بفلاة مّن الارض فسمع صوت فی سحابة اسق حدیقة فلان فتنّحی ذالك السحاب فافرغ مآءہ فی حرّة فاذا شرجة من تلك الشراج قد ستوعب ذالك المآء کله فتتبّع المآء فاذا رجل قآئم فی حدیقته یحوّل المآء بمسحا ته فقال له یا عبدالله ما اسمك قال فلان الاسم آلذی سمع فی السّحا بة فقال له یا عبدالله لم تسا لنی عن اسمی فقال انّی سمعت صوتا فی السّحاب آلذی هذا مآؤہ یقول اسق حدیقة فلان لا سمك فما تصنع فیها قال امّا اذا قلت هذا فانّی انظر الی ما یخرج منها فا تصدّق بثلثه وا کل انا وعیالی ثلثا واردّ فیها ثلثه۔ [10] "نبی سلام علیہ نے فرمایا ایک شخص جنگل سے گزر رہا تھا۔ اس نے بادل سے ایک آواز سنی، فلاں شخص کے باغ کو سیراب کرو، بادل ایک جانب چلا پھر پتھریلی زمین پر برسا ایک نالی نے وہ سب پانی اکٹھا کیا وہ شخص اس پانی کے پیچھے چلا گیا، دیکھا کہا ایک آدمی بیلچہ لیے باغ میں پانی پھیر رہا ہے اس نے کہا کہ عبداللہ تیرا نام کیا ہے اس نے کہا فلاں ہے وہی نام جو اس نے بادل سے سنا تھا۔ اس نے کہااللہ کے عبد تو میرا نام کیوں معلوم رہا ہے اس نے کہا میں نے اس بادل سے جس کا یہ پانی ہے سنا تھا اس سے آواز آرہی تھی کہ فلاں آدمی کے باغ کو سیراب کرو، تمہارا نام لیا تھا۔ اس نے کہا کہ تو نے ایسا سن لیا میں بتلاتا ہوں جو اس باغ سے پیدا وار ہوتی ہے میں اس کو دیکھتا ہوں، ایک تہائی میں صدقہ کر دیتا ہوں، ایک تہائی، میں اور میرے اہل و عیال کھاتے ہیں اور اس باغ میں ایک تہائی لوٹا دیتا ہوں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوا: يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ قُوٓاْ أَنفُسَكُمۡ وَأَهۡلِيكُمۡ نَارٗا وَقُودُهَا ٱلنَّاسُ وَٱلۡحِجَارَةُ عَلَيۡهَا ۔[11] "اے وہ لوگوں جو مان گئے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو آگ سے بچاؤ، جس کا ایدھن انسان اور پتھر ہیں۔"

ہر آدمی پر واجب ہے کہ وہ اپنے اہل کو قرآنی تعلیم سے آراستہ کرے، انہیں اخلاق و آداب سکھائے اور انہیں اس پر عمل کرنے کی تلقین کرے۔ سید مودودی لکھتے ہیں کہ: ایک شخص کی ذمہ داری صرف اپنی ذات ہی کو خدا کے عذاب سے بچانے کی کوشش تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کا کام یہ بھی ہے کہ نظام فطرت نے جس خاندان کی سربراہی کا بار اپس پر ڈالا ہے اس کو بھی وہ اپنی حدِ استطاعت تک ایسی تعلیم و تربیت دے جس سے وہ خدا کے پسندیدہ انسان بنیں اور اگر جہنم کی راہ پر جا رہے ہوں تو جہاں تک بھی اس کے بس میں ہو ان کو اس سے روکنے کی کوشش کرے۔ اُس کو صرف یہی فکر نہیں ہونی چاہیے کہ اس کے بال بچے دنیا میں خوشحال ہوں بلکہ اِس سے بھی بڑھ کر اسے یہ فکر ہونی چاہیے کہ وہ آخرت مین جہنم کا ایندھن نہ بنیں۔ بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی

[9] ۔ الخطیب، مشکوۃ، (اردو)، ج 2، ص 444

[10] ۔ الخطیب، مشکوۃ (اردو)، ج 2، ص 405

[11] ۔ القرآن 66:6

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک راعی ہے اور ہر ایک اپنی رعیّت کے معاملہ میں جواب دہ ہے۔۔ حکمراں داعی ہے اور وہ اپنی رعیّت کے معاملہ میں جواب دہ ہے۔ مرد اپنے گھر والوں کا داعی ہے اور وہ ان کے بارے میں جواب دہ ہے اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور بچوں کی راعی ہے اور وہ ان کے بارے میں جوابدہ ہے۔" [12]

روایت میں آیا ہے کہ: ما نحل والد ولدہ من نحل أفضل من أدب حسن ۔ [13]"والد اور والدہ کی جانب سے کوئی تحفہ اس سے بہتر نہیں کہ ان کو اچھے آداب سکھائے۔"

حدیث مذکورہ میں حضور ﷺ نے والدین کو اپنی اولاد کے ساتھ محبت و شفقت و نرمی سے پیش آنے کا حکم دیا ہے۔اور در گزر کیا جائے۔ صرف تربیت واصلاح کے لیے ہی سزا دی جائے۔ بات بات پر جھڑک کر احساس کمتری پیدا نہ کی جائے۔

ایک روایت میں ہے کہ: وعن ابی هريرة قال اخذت الحسن بن علی تمرةّ من تمرّ الصّدقة فجعلها فی فیه فقال النّبی صلی الله علیه وسلم کخ کخ لیطرحها ثمّ قال اما شعرت انّا لا ناکل الصّدقة۔ [14] "ابو ہریرہ سے روایت ہے کہا حسن بن علی نے صدقہ کی ایک کھجور پکڑ کر اپنے منہ میں ڈال لی نبی ﷺ نے فرمایا: دور کرتا کہ اس کو پھینک دے۔ پھر فرمایا تو جانتا نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔"

مذکورہ حوالوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بچوں یا اپنے ماتحتوں کی کفالت کی ذمہ داری جس پر عائد ہوتی ہے اسے چاہیے کہ اپنی ذمہ داری اچھے طریقے سے ادا کرے۔

مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ، عصرِ حاضر میں انسان دنیا کے دھندوں میں لگ کر اپنے عزیز و اقارب سے دور ہو چکا ہے، باپ مال کمانے کی دوڑ میں آگے ہے تو ماں بھی کسی سے پیچھے نہیں ہے۔عزیز و اقارب اور غیروں کی تو دور کی بات ہے، اپنی اولاد کی تربیت سے بھی غافل ہو چکے ہیں، یاد رکھیں کہ یہ طرزِ عمل درست نہیں ہے بلکہ معاشرے کی تباہی کا باعث ہے۔قرآن مجید میں والدین کے ساتھ احسان کا حکم دیا ہے۔جیسا کہ ارشاد ہوا:

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا. وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا. رَّبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ إِن تَكُونُوا صَالِحِينَ فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ غَفُورًا. [15] "اور تمہارے رب نے حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔اور ہمدردی کے ساتھ ان پر عاجزی کا بازو پھیلاؤ، اور کہو، اے ہمارے رب، ان پر رحم فرما، جیسا کہ انہوں نے مجھے حکمت کے ساتھ پالا ہے۔اور ارشاد فرمایا:

---

[12] ۔ مودودی سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القران، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، اشاعت 27، دسمبر 1997ء، جلد اول، ص 29-30

[13] ۔ جامع ترمذی، البر والصلۃ، حدیث 1952

[14] ۔ الخطیب، مشکوۃ (اردو)، ج 2، ص 393

[15] ۔ القرآن 17 : 23 تا 25

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا حَتَّى إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً ۔[16] "اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا،اس کی ماں تکلیف سے حاملہ ہوگئی۔اور اس نے اسے جنم دینے کی تکلیف کو برداشت کیا،اور اسے حاملہ ہونے اور اس کا دودھ چھڑانے میں تیس مہینے لگتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنی پوری نشوونما کو پہنچ جائے اور چالیس سال کو پہنچ جائے۔" اور ارشاد فرمایا:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَى وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ۔[17]

"اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں ہدایت کی اس کی ماں اس سے حاملہ ہوگئی کمزوری پر کمزوری اور دو سال میں اس کا دودھ چھڑادیا۔"

اور ادر شاد فرمایا: وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا۔[18] " اور ہم نے انسانوں کو اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا اور۔"

احسان کا معنٰی کوئی معمولی نیکی نہیں بلکہ ایک ذمہ داری ہے جس کا ادا کرنا ہر مکلف پر واجب ہے۔ایک روایت میں ہے کہ: وعن ابنِ عمر اتی النّبی وفقال یا رسول اللہ انّی اصبت ذنبا عظیما فھل لی من توبۃ قال ھل لك من امّ قال لا قال وھل لك من خالۃ قال نعم قال فبرھا۔[19] " ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہاایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا کہااے اللہ کے رسول میں نے ایک بہت بڑا گناہ کیا ہے کیامیری توبہ قبول ہوسکتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تیری ماں ہے؟اس نے کہانہیں فرمایا کیا تیری خالہ ہے اس نے کہاہاں فرمایااس کے ساتھ نیک سلوک کر۔"

ایک روایت میں ہے کہ: وعن انس قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان العبد لیموت والداہ اواحدھما وانہ لھما لعاق فلایزال یدعو لھما ویستغفر لھما حتی یکتبہ اللہ بارّا۔[20] " حضرت انسؓ سے روایت ہے کہارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کسی شخص کے ماں باپ یادنوں میں سے ایک فوت ہوجاتے ہیں وہ ان کا نافرمان ہوتا ہے وہ ان کے لیے استغفار اور دعا کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کو اللہ تعالی نیک وکار میں لکھ دیتا ہے۔" کفالت کے حوالے سے جو سب سے جو دوسرا اصول مقرر ہوا ہے وہ یہ کہ اللہ تعالٰی نے جس کو فضیلت عطافرمائی اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ کی نوازی گئی فضیلت سے دوسروں کو بھی فائدہ پہنچائے۔جیسا کہ اللہ تعالٰی نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ۔[21] " وہی تو ہے جس نے تمہیں خلیفہ بنایا زمین پر اور تمہارے ایک کے دوسرے پر درجات بلند کردیئے،تاکہ تمہاری آزمائش کی جائے اس میں جو اس نے تمہیں عطافرمایا ہے۔"

---

[16] ۔القرآن 46 :15

[17] ۔القرآن 31 : 14

[18] ۔القرآن 29:8

[19] ۔ الخطیب، مشکٰوۃ (اردو)،ج 2، ص 441

[20] .الخطیب، مشکٰوۃ (اردو)،ج:2،ص:443

[21] ۔القرآن 6 : 165

ایک مقام پرارشادفرمایا: وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۔ [22] "اوران مانگنے والوں اورنہ مانگنے والوں کا حصہ ہے۔"

حدیث میں ہے کہ: وعن ابنِ مسعودقال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اصابتہ فاقۃ فانزلھا باالناس لم تسد فاقتہ ومن انزلھا باللہ اوشك اللہ لہ باالغناء امابموت عاجل اوغنی اٰجل۔ [23] "ابن مسعود سے روایت ہے کہارسول سلام علیک نے فرمایا جس شخص کوفاقہ پہنچے وہ لوگوں پر اس کوظاہر کردے اس کی ضرورت پوری نہ کی جائے گی جواللہ تعالیٰ سے یہی فریاد کرے قریب ہے کہ اللہ اس کو جلد ہی فائدہ پہنچائے یاتواس کو جلد مار ڈالے یابدیر تونگری عنایت فرمادے۔"

یتیموں کی کفالت کی ذمہ داری قریبی عزیزوخاندان کے لوگوں پر عائد کی گئی ہے۔اوراگریتیموں کا کوئی وارث نہ ہوتو ایسی صورت میں معاشرے کے دیگرافراد پر ڈال دی گئی ہے۔یتیموں کے متعلق قرآن مجید میں ارشادفرمایاگیاکہ: فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ۔ [24] " تویتیم پردباؤنہ ڈالو۔"اورارشادفرمایا:

وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۔ [25]"جان لوکہ تم غنیمت حاصل کرواس میں سے پانچواں حصہ تواللہ کا ہےاوررسول کا اورقرابت داروں کا اور یتیموں اور مسکینوں کا اور مسافروں کا۔"

ایک حدیث میں ہے کہ: وعن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اٰوٰی یتیما الی طعامہ وشرابہ اوجب اللہ لہ الجنّۃ البتۃ الاانّیعمل ذنباًلّایغفرومن عال ثلاث بنات اومثلھنّ من الاخوات فادّبھنّ ور ◌ھنّ حتی یغنیھنّ اللہ اوجب اللہ لہ الجنّۃ فقال رجل یارسول اللہ اوثنتین قال اوثنتین لوقالواواحدۃلقال واحدۃوّمن اذھب اللہ بکریمتیہ وجبت لہ الجناۃ قیل یارسول اللہ وما کریمتا◌قال عینا◌۔ [26] "ابنِ عباس سے مروی ہے کہ رسول سلام علیہ نے فرمایاجوآدمی کسی یتیم کواپنے کھانے اورپینے کی طرف جگہ دے اللہ اس شخص پرجنت واجب کردیتاہے مگریہ کہ ایساگناہ کرے جس کوبخشانہیں جاتااورجوشخص تین بیٹیاں یاان کے مثل تین بہنوں کی پرورش کرےان کوادب سکھائے اوران پرشفقت کرے یہاں تک کہ اللہ ان کوبے پرواہ کردے اس کے لیے اللہ جنت واجب کردیتاہے ایک آدمی نے کہااللہ کے رسول اگردوکی پرورش کرے فرمایااگردوکی پرورش تب بھی صحابہؓ نے عرض کیااگرایک ہوآپ سلام علیک نے فرمایااگرایک بھی ہواللہ جس کی دومحبوب چیزیں لے لےاس کے لیے جنت واجب ہوجاتی ہے پوچھاگیااےاللہ کے رسول دوپیاری چیزیں کیاہیں۔فرمایا: اس کی دوآنکھیں۔"

---

[22] ۔القرآن 51: 19

[23] ۔الخطیب،مشکوٰۃ (اردو)،ج:2،ص:400

[24] ۔القرآن 93 : 9

[25] ۔القرآن 8 : 41

[26] ۔الخطیب،مشکوٰۃ،(اردو)،جلد دوم،ص 449

ایک روایت میں ہے کہ: وعن ابی ھریرۃ عنہ قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الساعیّ علی الارملۃ و المسکین کا الساعی فی سبیل اللہ واحسبہ قال کا القائم لا یفترو کا الصائم لا یفطر۔ [27] "ابوہریرہ سے رویت ہے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیوہ عورتوں اور مسکینوں کی خبر گیری رکھنے والا اللہ کی راہ میں سعی کرنے والے کی مانند ہے اور میرا خیال ہے آپ نے فرمایا: اس قیام کرنے والے کی مانند ہے جو رات کو سستی نہیں کرتا اور روزہ رکھنے والے کی مانند ہے جو افطار نہیں کرتا۔" ایک روایت میں ہے کہ:

وعن سھل بن سعد قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا و کافل الیتیم لہ و لغیرہ فی الجنّۃ ھکذا و اشار بالسبابۃ والوسطی وفرج بین ھما شیئا۔[28] "سہل بن سعد سے مروی ہے کہ، رسول سلام علیہ کا ارشاد ہے: میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا وہ اس کا ہو یا کسی اور کا جنت میں اس طرح ہونگے یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبابہ اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کے اور ان میں تھوڑا سا فرق رکھا۔"

ایک روایت میں ہے کہ: عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، يَرْفَعُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، أَوْ كَالَّذِي يَصُومُ النَّهَارَ وَيَقُومُ اللَّيْلَ۔ [29] "صفوان بن سلیم تابعی، روایت کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیواؤں اور مسکینوں کے لیے سعی کرنے والا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے یا اس شخص کی طرح ہے جو دن میں روزے رکھے اور رات کو قیام کرے۔"

ایک روایت میں ہے کہ: وعن انس قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قضی لاحد من امتی حاجۃ یرید ان یسرّہ بھا فقد سرنی و من سرنی فقد سر اللہ و من سر اللہ ادخلہ اللہ الجنّۃ۔ [30] "انس سے مروی ہے کہ رسول علیہ السلام نے فرمایا: جس آدمی نے میری امت میں سے کسی کی ضرورت پوری کی وہ اسے خوش کرنا چاہتا ہے اس نے مجھ کو خوش کیا اور جس نے مجھ کو خوش کیا اس نے اللہ کو خوش کیا اور جس نے اللہ کو خوش کیا اس کو جنت میں داخل کرے گا۔

حدیث میں ہے کہ: عن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخلق عیال اللہ فاحبّ الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ۔ [31] " عبد اللہ سے مروی ہے کہ رسول سلام علیہ نے فرمایا! تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اللہ کی طرف مخلوق میں بہترین وہ ہے جو اس کی کنبہ کی طرف احسان (ذمہ داری پوری) کرے۔

کفالتِ عامہ

---

[27] ۔الخطیب، مشکوٰۃ (اردو)، جلد دوم، ص 445

[28] ۔ الخطیب، مشکوٰۃ (اردو)، جلد دوم، ص 454

[29] ۔ بخاری، کتاب اخلاق کے بیان میں، حدیث 6006

[30] ۔ الخطیب، مشکوٰۃ (اردو)، جلد دوم، ص 453

[31] ۔الخطیب، مشکوٰۃ (اردو)، جلد دوم، ص 453

اجتماعی طور پر معاشرے کے افراد کو کفالت کی ضرورت ہو تو پھر ریاست پر ضروری ہوتا ہے کہ وہ "کفالتِ عامہ" کا انتظام کرے۔ عمومی طور پر کفالتِ عامہ کی ضرورت پر اُس وقت پیش آتی ہے جب ملک کو قدرتی آفات مثلاً، قحط سالی، زلزلہ، سیلاب ، دشمن قوم کے حملوں، وغیرہ کا سامنا کرنا پڑ جائے کسی ایک فرد یا چند افراد کے لیے ضرورت مندوں کی کفالت مشکل ہو جائے۔ تو ایسی صورت میں ریاست کو اپنی رعایا کی ضرورتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد باحیثیت سربراہِ مملکت، "اُخوّت اسلامی" قائم فرما کر کفالت کے تصور کی وضاحت فرمائی۔ اس اُخوّت اسلامی کے تحت مہاجرین کی ذمہ داری انصار صحابہ کے کندھوں پر ڈال دی۔ آپ ﷺ کی تعلیم و تربیت کا ثمر یہ نکلا کہ کچھ ہی عرصے میں مدینہ منورہ ایک فلاحی ریاست کے طور پر اُبھر کر سامنے آئی۔ ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی رقم طراز ہیں "شریعت نے اسلامی ریاست کو اپنے تمام شہریوں کا ولی (سرپرست) قرار دیا ہے سرپرستی کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ ان افراد کی بنیادی ضروریات کی تکمیل کا اہتمام کیا جائے ۔ نبی ﷺ نے فرمایا: السلطان ولی من لا ولی لہ۔ (بحوالہ ترمذی، ابواب النکاح، باب ماجاء لانکاح الا بوالی، اور ابوداؤد، کتاب النکاح، باب الولی) "جس کا کوئی سرپرست نہ ہو اس کی سرپرست حکومت ہے۔" یہ بات کہ سرپرستی صرف نکاح کے معاملہ تک محدود نہیں ہے بلکہ ایک عمومی سرپرستی ہے جس میں رعایا کی ضرورت کی تکمیل بدرجہ اولیٰ شامل ہے۔" [32]

ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی رقم طراز ہیں "نبی ﷺ کے بعد جو افراد اسلامی ریاست کی صدارت کے منصب پر فائز ہوئے انہیں اپنی ان وسیع ذمہ داریوں کا پورا شعور تھا اس حقیقت پر خلافت راشدہ کی پوری تاریخ گواہ ہے۔" [33]

خلفائے راشدین ہی ہیں جنہوں نے حضور ﷺ کے جانے کے بعد آپ ﷺ کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے دین کو نافذ کیا۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں کفالت کے تصور کو عام کیا ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی رقم طراز ہیں" کفالتِ عامہ کی ذمہ داری کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تصور اتنا وسیع اور ہمہ گیر تھا کہ آپ فرماتے تھے کہ اگر دار اسلام کے حدود کے اندر کوئی جانور بھی بھوک سے مر گیا تو مجھے اندیشہ ہے کے اللہ کے حضور مجھے اس کے لیے جوابدہ ہونا پڑے گا۔" [34]

ایک کفیل پر یہ بھی لازم ہے کہ اس کی زیر کفالت پرورش پانے والے جب شادی کی عمر کو پہنچ جائیں تو ان کا نکاح کرادے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوا : وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ۔ [35] "اور نکاح کرادو ان کے جو تم میں بے نکاح ہیں۔"

---

[32] ۔ صدیقی، محمد نجات اللہ، ڈاکٹر، اسلام کا نظریہء ملکیت، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ستمبر 1998ء) جلد دوم، ص 96

[33] ۔ صدیقی، سلام کا نظریہء ملکیت، جلد دوم، ص 100

[34] ۔ صدیقی، سلام کا نظریہء ملکیت، جلد دوم، ص 107

[35] . القرآن 24 :32

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ آیت مذکورہ کے تحت رقم طراز ہیں کہ "اس آیت میں حکم دیا جارہا ہے کہ مسلمان ایسے مردوں اور ایسی عورتوں کی طرف سے غفلت اور بے پروائی نہ کریں بلکہ ان کا نکاح کرکے ان کو گھروں میں بسانا اپنا اخلاقی فرض سمجھیں۔ اس طرح ایک تو ان کی حالت زار بدل جائے گی اور ان کی حرماں نصیبیاں ختم ہو جائیں گی۔ وہ مایوسی کے گوشہ سے نکل کر عملی دنیا میں اپنی خداداد صلاحیتوں کا نفع بخش مظاہرہ کر سکیں گی۔ دوسرا معاشرہ ان کی لغزش کے نتائج سے محفوظ ہو جائے گا۔" [36]

اللہ رب العٰلمین نے ارشاد فرمایا: وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۔ [37] "اور یتیموں کی جانچ کرتے رہو یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر تک پہنچ جائیں۔"

مذکورہ آیات قرآنی سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے بے نکاحوں کے نکاح کرانے پر کتنا زور دیا ہے کوئی بھی مرد یا عورت جو نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں ان کے نکاح کرا دیئے جائیں۔ نکاح کے متعلق چند روایات بھی ملاحظہ کیجیے:

رسول اکرم ﷺ سے منسوب حدیث ہے کہ: النكاح من سنتي فمن لم يعمل بسنتي فليس مني۔ [38] "نکاح میری سنت ہے پس جس نے میری سنت سے روگردانی کی وہ مجھ سے نہیں۔"

اور فرمایا: لم (یر) للمتحابين مثل النكاح۔ [39] "دو محبت کرنے والوں میں نکاح جیسی کوئی چیز نہیں۔"

ایک حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ: عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «النكاح من سنتي، فمن لم يعمل بسنتي فليس مني، وتزوجوا، فإني مكاثر بكم الأمم، ومن كان ذا طول فلينكح، وإن لم يجد فعليه بالصيام، فإن الصوم له وِجاء . [40]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''نکاح میری سنت ہے اور جو میری سنت پر عمل نہیں کرے گا، تو وہ مجھ سے نہیں ہوگا اور تم نکاح کیا کرو، کیوں کہ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا اور تم میں سے جو طاقت رکھتا ہو، تو اسے چاہیے کہ نکاح کرے اور جو استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ روزے رکھے، کیوں کہ روزہ اس کے لیے وِجاء ہے۔"

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی متعدد بے نکاح لڑکے اور لڑکیوں کے نکاح کرائے۔ (سیدہ) عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک خادمہ تھیں اس کا نکاح انہوں نے انصار کے قبیلہ میں کر دیا، حضور گھر تشریف لائے تو دریافت فرمایا کہ اس بچی کو تم نے کچھ تحائف دیے ہیں۔ عرض کی گئی ہاں یارسول اللہ! پھر پوچھا:

---

[36] ۔ الازہری، محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 2015ء، جلد سوم، ص 320

[37] ۔ القرآن 4 : 6

[38] ۔ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ مکتبہ العلم، لاہور، سن ندارد، جلد دوم، ص 17، ما بواب النکاح، حدیث 1846

[39] ۔ ابن ماجہ، ما بواب النکاح، حدیث 1847

[40] ۔ ابن ماجہ، باب ماجاء فی فضل النکاح، رقم الحدیث 1836

ارسلت معها من تغني-''کیااس کے ساتھ تم نے کوئی گانے والیاں بھی بھیجی ہیں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا نہیں۔"فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الانصار قوم فيهم غزل فلو بعثتم معها من يقول اتينا كم اتينا كم فحيانا وحيا كم.[41]

"حضور ﷺ نے فرمایا کہ انصار گیتوں کو پسند کرتے ہیں اچھا ہوتا اگر دلہن کے ساتھ تم بھیجتے جو یہ گیت گاتے: اتیناکم ---الخ۔ہم آئے ہیں تمہارے پاس ہم آئے ہیں تمہارے پاس سلام ہو ہم پر سلام ہو تم پر۔"

خلاصہ:

مذکورہ حوالوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اپنے ماتحتوں کی کفالت کی ذمہ داری جس پر عائد ہوتی ہے اسے چاہیے کہ اپنی ذمہ داری اچھے طریقے سے ادا کرے۔یہ ثابت ہوا کہ انسان کو زندگی گزانے کے لیے بہت سی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔اُن ضروری اشیاء کا حاصل کرنا ہر انسان کا بنیادی و فطری حق ہے۔ان میں روٹی ،پانی، کپڑا، مکان ، تعلیم،روزگار اور شادی،انسان کی بنیادی ضروریات ہیں۔ ان کا مہیا کرنا، والدین، معاشرے اورریاست کی ذمہ داری ہوتی ہے۔درحقیقت یہ ایک اخلاقی ذمہ داری ہے جو ایک مکلف پر عائد ہوتی ہے۔اس ذمہ داری کو عام الفاظ میں کفالت اور اس ذمہ داری کو پورا کرنے والے کو کفیل کہتے ہیں۔ اسلام ہر مکلف کو اس کی ذمہ داری ادا کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ قرآن نے کفالت کے تصور کو عام کرنے کے لیے صاحبِ استطاعت افراد پر، غریبوں، مسکینوں، کمزوروں، یتیموں، لاوارثوں، محتاجوں اور معذوروں کی ضروریات زندگی پوری کرنے کی ذمہ داری عائد کی ہے۔شارع ہم سے جس بات کا متقاضی ہے ہمیں اس کے حکم کی تعمیل کرنا چاہیے۔تاکہ ہمارا معاشرہ ایک جنتی معاشرے کی نظیر پیش کرسکے۔ہمارا معاشرہ ایک جنتی معاشرہ کہلائے جہاں تمام انسان اپنے حقوق اور سامانِ زیست حاصل کرکے پر سکون زندگی گزار سکیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)

[41] ۔ابن ماجہ، ماابواب النکاح، باب لغنا الدوف، حدیث1900